فقہ حنفی کی چند اِہم اور بنیادی کتابیں

[......ایک اجمالی تعارف......]

مولانا مفتی عبدالرشید رحمہ اللہ
سابق استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ، لاہور

البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''کنز الدقائق'' کی یہ شرح ہے۔ کنز الدقائق امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حافظ الدین النسفی (المتوفی ربیع الثانی ۷۱۰ھ/۱۳۴۱ء) کی تصنیف لطیف ہے۔ موصوف نے پہلے ایک جامع متن فقہ حنفی کا تیار کیا، جس کا نام رکھا ''وافی'' پھر اپنے تحریر کردہ متن ''وافی'' کی شرح لکھی اور اس کا نام رکھا ''کافی''۔ اس کے بعد ''وافی'' کا مزید اختصار کیا، جس میں زیادہ تر پیش آنے والے مسائل کا اندراج کیا، اس متن کو انہوں نے ''کنز الدقائق'' کے نام کے ساتھ موسوم کیا۔ موصوف فقہاء احناف میں بہت بڑی حیثیت کے مالک ہیں۔ بعض حضرات نے ان کو فقہاء کرام کے طبقات ستہ میں سے چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ اور بعض حضرات نے ان کو دوسرے طبقہ یعنی مجتہدین فی المذہب میں شمار کیا ہے، بلکہ یہاں تک کہا کہ یہ آخری مجتہد فی المذہب ہیں، ان کے بعد کوئی مجتہد فی المذہب پیدا نہیں ہوا، فقہ حنفی کے وہ متون جن کے مسائل دیگر شروح وحواشی وفتاویٰ کے مقابلہ میں راجح قرار دیے جاتے ہیں، ان میں سے چار متون بہت مشہور اور قابل اعتماد ہیں، جنہیں ''متون اربعہ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ کنز الدقائق'' ان متون اربعہ میں سے ایک ہے۔ اس سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اکابر فقہاء نے اس کی شروح لکھی ہیں، لیکن ان شروح میں جو شہرت اور اعتماد ''البحر الرائق'' کو حاصل ہے، وہ دیگر شروح کو حاصل نہ ہوسکا۔ یہ شرح علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن نجیم کی تالیف ہے، جن کے مختصر حالات ہم نے آگے "الأشباہ و النظائر" کے تعارف کے ذیل میں ذکر کردیے ہیں۔ اس کتاب میں جہاں کہیں "قال الشارح" ایسے الفاظ آئیں، وہاں "شارح" سے علامہ زیلعی صاحب ''تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق'' مراد ہوتے ہیں۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ اپنی اس شرح کی تکمیل نہ فرماسکے۔ ''باب الاجارۃ الفاسدۃ'' تک شرح تحریر فرمائی تھی، اس کے بعد اجل نے مہلت نہ دی اور اس طرح یہ شرح نامکمل رہ گئی، بعد میں علامہ محمد بن حسین بن علی الطوری

(۱۱۳۸ھ/۱۷۲۵ء) نے اس کی تکمیل فرمائی۔ البحر الرائق کی آٹھویں جلد ان ہی کی تحریر کردہ ہے جو درحقیقت اس کا تکملہ و تتمہ ہے۔

الأشباہ والنظائر:

فقہ حنفی کی یہ بے نظیر کتاب، ابوحنیفۂ ثانی علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن نجیم حنفی (م ۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء) کی تالیف ہے، جس کے بارے میں علامہ چلپی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "لم یر للحنفیة مثله" یعنی حنفیہ کے ہاں اس جیسی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔ مصنف کی پیدائش قاہرہ میں ۹۲۶ھ میں ہوئی۔ علامہ قاسم بن قطلو بغا اور شیخ شرف الدین البلقینی ایسے کبار مشائخ ان کے اساتذہ میں شامل ہیں اور ان کے شاگردوں میں ان کے بھائی علامہ عمر (م ۱۰۰۵ھ/۱۵۹۶ء) مصنف "النہر الفائق فی شرح کنز الدقائق، اور علامہ محمد غزی تمرتاشی صاحب المنح شامل ہیں۔

علامہ ابن نجیم متعدد کتابوں کے مصنف ہیں جن میں "الاشباہ والنظائر" کے علاوہ "البحر الرائق شرح کنز الدقائق" "لب الاصول مختصر تحریر الاصول" "فتح الغفار بشرح المنار" ایسی اہم کتب شامل ہیں۔ "الاشباہ والنظائر" سات فنون پر مشتمل ہے، پہلا فن "قواعد کلیہ" کے بیان میں دوسرا فن "قواعد وضوابط" کے بیان میں۔ اس فن کے بارے میں خود مصنف فرماتے ہیں کہ مدرس، مفتی اور قاضی کے لیے پوری کتاب میں سب سے زیادہ نافع ہے۔ تیسرا فن "جمع وفرق" کے بیان میں ہے۔ اس کے بارے میں علامہ چلپی کا فرمانا ہے کہ مصنف اس کی تکمیل نہ فرماسکے۔ بعد میں ان کے بھائی علامہ عمر نے اس کی تکمیل کی، چوتھا فن "الغفار" چھٹا فن "فروق" کے بیان میں ہے، یہی فن درحقیقت "الأشباہ والنظائر" کے نام سے موسوم ہے۔ پوری کتاب کا نام "الأشباہ والنظائر" رکھنا دراصل "تسمیة الکل باسم الجزء" ہے۔ یہی وہ فن ہے جس کی تکمیل مصنف نہ فرماسکے، بعد میں ان کے بھائی علامہ عمر بن نجیم نے اس کی تکمیل فرمائی اور ساتواں فن "حکایات ومرسلات" کے بیان میں ہے "الأشباہ والنظائر" فقہ کی اصطلاح میں ان مسائل کو کہا جاتا ہے، جو آپس میں بظاہر ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں، لیکن کسی دقیق فرق کے باعث ان کے احکام مختلف ہوتے ہیں اور "جمع و فرق" سے مراد وہ امور ہیں، جو آپس میں ایک یا زیادہ احکام میں متحد ہونے کے باوجود بعض احکام میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس کی متعدد حضرات نے شروح لکھی ہیں، لیکن آج کل جو استناد واعتماد اور شہرت علامہ احمد بن محمود الحموی الحنفی (المتوفی ۱۰۹۸ھ) کی شرح "عیون البصائر علی محاسن الاشباہ والنظائر" کو حاصل ہے، وہ کسی شرح کو میسر نہیں۔

موصوف نے متعدد مسائل پر مختلف رسائل بھی تالیف فرمائے۔ ترکی سے شرح الأشباہ والنظائر للحموی دو جلدوں میں جو طبع ہوئی تھی، اس کی دوسری جلد کے آخر میں علامہ ابن نجیم کے ۴۲ رسائل طبع ہوئے تھے۔ ۱۹۸۰ء میں بیروت سے دو رسالوں کے اضافے کے ساتھ ۴۴ رسائل کا مجموعہ "رسائل ابن نجیم" کے نام سے طبع ہوا ہے۔ علامہ زرکلی کا ۴۱ بتانا صحیح

نہیں ہے۔

موصوف کا انتقال ۸ رجب ۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء کو قاہرہ میں ہوا اور وہیں حضرت سیدہ سکینہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ چونکہ ''الاشباہ والنظائر'' میں ایجاز واختصار بہت ہے، اس لیے علما نے فرمایا ہے کہ اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، تاوقتیکہ اس کے حواشی نہ دیکھ لیے جائیں۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق:

یہ بھی کنز الدقائق کی شرح ہے جو علامہ ابو محمد فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی کی تصنیف ہے۔ موصوف حدیث، فقہ، نحو اور فرائض کے اپنے دور میں امام تھے۔

یہ اصلاً بحر حبشہ کے ساحل پر واقع ''شہر زیلع'' کے باشندے تھے۔ ۷۰۵ھ میں قاہرہ تشریف لائے اور وہاں تدریس، افتا اور دیگر علوم دینیہ کی نشر واشاعت میں مشغول ہوگئے۔ موصوف کو اپنے ہم وطن مشہور محدث علامہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی (المتوفی ۷۶۲ھ/۱۳۶۰ء) صاحب ''نصب الرایہ'' کا استاذ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ کنز الدقائق کی یہ شرح علما کرام کے ہاں بڑی مقبول اور معتمد علیہ قرار دی جاتی ہے۔ مصر سے چھ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ موصوف کا انتقال رمضان المبارک ۷۴۳ھ/۱۳۴۳ء کو ہوا اور قرافۃ الصغریٰ (جسے قرافۃ الشافعی بھی کہا جاتا ہے) میں دفن ہوئے۔ ہدایہ اور فقہ حنفی کی کتابوں میں جو ''احادیث احکام'' ذکر ہوئی ہیں ان کے بارے میں لامہ زیلعی رحمہ اللہ کی ایک کتاب ''برکت الکلام علی احادیث الاحکام'' کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔

رمز الحقائق شرح کنز الدقائق:

یہ بھی کنز الدقائق کی مختصر شرح ہے جو محدث شہیر علامہ محمود بن احمد بدر الدین العینی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ ۷۸۲ھ/۱۳۵۱ھ میں آپ قاہرہ تشریف لائے۔ حلب سے تین منزل کے فاصلے پر ایک عظیم اور خوبصورت شہر ''عین تاب'' کے چونکہ آپ قاضی رہے ہیں، اس لیے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو ''عینی'' کہا جاتا ہے اور بقول بعض آپ کی ولادت بھی اسی شہر میں ہوئی ہے۔ قاہرہ میں بھی آپ قاضی، بلکہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) رہے ہیں۔ تمام علوم وفنون میں بڑی مہارت اور وسعت نظر کے حامل تھے۔ خصوصاً احادیث کی تخریج اور ان کی بہتر انداز سے شرح کرنے کا بڑا ملکہ آپ کو حاصل تھا، چنانچہ بخاری شریف، اور شرح معانی الآثار للطحاوی کی شرحیں اس پر شاہد عدل ہیں، نیز سنن ابوداؤد کی شرح اور رجال طحاوی پر بھی ان کی کتاب موجود ہے گو تا حال یہ غیر مطبوعہ ہیں موصوف کا انتقال ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء کو قاہرہ میں ہوا اور جامعہ ازہر کے قریب اپنے اس ''مدرسہ بدریہ'' میں دفن ہوئے، جس کی تاسیس انہوں نے خود کی تھی اور اپنی کتابیں بھی اس میں وقف کر دی تھیں۔ ان کے والد ''عین تاب'' کے قاضی تھے بعد میں یہ اپنے والد کے نائب بنادیے گئے تھے۔ ایک بار دمشق گئے اور بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے، وہیں علاؤ الدین سیرانی

سے ملاقات ہوئی، وہ انہیں اپنے ساتھ قاہرہ لے آئے، قاہرہ میں قضا کے ساتھ ساتھ مدرسہ مؤیدیہ میں تدریس حدیث اور مدرسہ محمودیہ میں تدریس فقہ بھی ان کے سپرد تھی۔ بعد میں جامع ازہر کے قریب ''مدرسہ بدریہ'' کے نام سے خود اپنا مدرسہ قائم کرلیا۔ کسی حاسد دشمن کے باعث بعض مصائب میں موصوف مبتلا ہوئے تو ان سے نجات ملنے پر اس کے شکر کے طور پر موصوف نے ''رمز الحقائق شرح کنز الدقائق'' تالیف فرمائی۔

ھدایہ:

شیخ الاسلام برہان الدین بن ابی بکر المرغینانی رحمہ اللہ کی یہ تالیف ہے۔ مصنف نے پہلے ایک متن ''بدایۃ المبتدی'' کے نام سے لکھا جو ''مختصر القدوری'' اور امام محمد رحمہ اللہ کی ''جامع صغیر'' کو ملا کر تیار کیا تھا اور بوقت ضرورت اس پر اضافہ بھی کیا، پھر اس کی ایک بڑی ضخیم شرح لکھی اور اس کا نام ''کفایۃ المنتہی'' رکھا، لیکن بعد میں مصنف نے محسوس کیا کہ اس شرح میں کچھ اطناب ہوگیا ہے، اس کی طوالت اور لوگوں کی کم ہمتی کے باعث کہیں یہ کتب بالکل متروک ہی نہ ہو جائے، اس لیے دوبارہ نسبتاً مختصر شرح ''ہدایہ'' کے نام سے تحریر فرمائی۔ چونکہ ''متن'' مختصر القدوری اور جامع صغیر سے مرتب ہے، اس لیے کہا جاتا ہے کہ ہدایہ درحقیقت ان دونوں کتابوں کی مفصل شرح ہے۔ علامہ چلپی فرماتے ہیں کہ مصنف کو ''ہدایہ'' کی تالیف میں ۱۳ سال کے ان پانچ دنوں کے علاوہ جن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے، کبھی روزہ کا ناغہ نہیں کیا اور موصوف کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ کسی کو روزہ کی اطلاع نہ ہو۔ اس کی برکت ہے کہ اس کتاب کو وہ قبولیت حاصل ہوئی جو کسی اور کتاب کو میسر نہ ہوسکی، چنانچہ ہدایہ کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ان الهداية كالقرآن قدنسخت ماصنفوا قبلها في الشرع من كتب

فاحفظ قواعدها واسلك مسالكها يسلم مقالك من زيغ ومن كذب

یعنی ''ہدایہ'' نے قرآن کی طرح پہلے کی تصنیف شدہ کتابوں کو منسوخ کردیا۔ لہٰذا اس کے قواعد کو یاد کرو اور اس کے راستوں پر چلو تو تمہاری بات جھوٹ اور کجی سے محفوظ ہو جائے گی۔ بڑے بڑے اکابر نے ہدایہ کے شروح وحواشی تحریر فرمائے ہیں۔ سب سے پہلے ہدایہ کی شرح لکھنے کا شرف امام کبیر فقیہ بے نظیر، محدث جلیل اور مفسر عظیم علی بن محمد حمید الدین (المتوفی ۶۶۷ھ۔ ۱۲۶۹ء) کو حاصل ہوا۔ انہوں نے ''ہدایہ'' کے مواضع مشکلہ پر تعلیقات لکھیں اور ان کا نام ''الفوائد'' رکھا، لیکن علامہ سیوطی کا کہنا ہے کہ ترکستان کے شہر ''سغناق'' کے فقیہ شہیر حسن بن علی سغناقی ''ہدایہ'' کے پہلے شارح ہیں، ان کی شرح ہدایہ کا نام ''نہایہ'' ہے۔ مولانا عبدالحی فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے، یہ ''ہدایہ'' کی شروح میں سب سے بسیط اور مفصل شرح ہے۔ ممکن ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''الفوائد'' کو اس لیے پہلی شرح شمار نہ کیا ہو کہ وہ صرف مشکل مقامات کی شرح ہے نہ کہ مکمل کتاب کی، ورنہ وہ بہرحال مقدم ہے۔ ہدایہ کی چار جلدیں ہیں، پہلی عبادات کے بیان میں اور دوسری نکاح، طلاق، عتاق، ایمان، سیر، حدود، شرکت، لقط، وقف وغیرہ کے بیان میں ہے اور تیسری

بیوع، کفالت، حوالہ، وکالت، ادب القاضی، شہادۃ، دعویٰ، مضاربت ودیعت، ہبہ اور اجارہ وغیرہ پر مشتمل ہے اور چوتھی جلد میں شفع، رہن، قسمت، مزارعت، کراہیت، احیا موات، صید وذبائح، جنایات اور وصایا وغیرہ کا بیان ہے۔ مصنف ہدایہ کا انتقال ۵۹۳ھ/۱۱۹۷ء کو سمرقند میں ہوا۔ صاحب ہدایہ کو بعض حضرات ''اصحاب ترجیح'' میں شمار کرتے ہیں جب کہ بعض کا کہنا ہے کہ انہیں ''مجتہدین فی المذہب'' میں شمار کرنا چاہیے۔

فتح القدیر للعاجز الفقیر:

یہ ہدایہ کی مشہور اور متداول شرح ہے جو علامہ محمد بن عبدالواحد کمال الدین کی تالیف ہے جو ابن الہمام سے مشہور ہے۔ علامہ ابن ہمام کے والد بلاد روم کے علاقہ ''سیواس'' کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے قاہرہ تشریف لے گئے، پھر اسکندریہ کے قاضی مقرر ہوئے، وہیں نکاح کیا اور ۷۸۸ھ یا ۷۹۰ھ میں علامہ ابن ہمام کی پیدائش ہوئی۔ موصوف کو تمام دینی علوم بالخصوص تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، نحو اور کلام اور منطق میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن نجیم نے ان کو اصحاب ترجیح فقہاء میں شمار کیا ہے اور بعض نے ان کو اہلِ اجتہاد میں شمار کیا ہے۔ موصوف اپنی اس شرح کو مکمل نہ فرما سکے۔ کتاب الوکالۃ کے کچھ ابتدائی حصے تک شرح فرمائی ہے، بعد میں مفتی شمس الدین احمد بن قدور معروف بہ ''قاضی زادہ رومی'' المتوفی ۱۵۸۰ء نے اس کی تکمیل فرمائی اور اپنے اس تکملہ کا نام ''نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار'' رکھا، کیونکہ بقول ان کے ۳ ہزار ایسی تحقیقات ہیں، جو ان سے پہلے کسی قلم سے نہیں نکلیں، صرف ان ہی کے نظر وفکر کا وہ نتیجہ ہیں۔ علامہ ابن ہمام کی شرح سات جلدوں میں اور اس کا تکملہ ۳ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکا ہے، اس طرح فتح القدیر مع تکملہ دس جلدوں پر مشتمل ہوگئی ہے۔ فتح القدیر کے ساتھ حاشیہ پر ہدایہ کی دو اور شرحیں بھی چھپی ہوئی ہیں ایک ''عنایہ'' علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی المتوفی ۷۸۶ھ/۱۳۸۳ء کی اور دوسری ''کفایہ'' علامہ جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی کی۔ علامہ ابن ہمام کا انتقال قاہرہ میں ۷ رمضان ۸۶۱ھ/۱۴۵۷ء کو ہوا۔ موصوف صاحب کشف وکرامت صوفی بھی تھے۔ خلاف مذہب ان کے تفردات پر فتویٰ نہیں دیا جاتا۔

غنية ذوي الأحكام في بغية درر الحكام:

یہ درر الحکام کا حاشیہ ہے اور ''درر الحکام'' علامہ محمد بن فراموز الشہیر بہ ''مولیٰ خسرو'' و ''ملا خسرو'' کی تصنیف ہے، جو محمد خان بن مراد خاں کے دورِ خلافت میں فوج کے قاضی تھے، بعد میں قسطنطنیہ کے قاضی بنادیے گئے تھے، علوم عقلیہ اور نقلیہ کے بحرِ زخار تھے۔ موصوف نے پہلے ایک متن ''غرر الاحکام'' کے نام سے تالیف فرمایا، بعد ازاں خود ہی اس کی شرح لکھی اور اس کا نام رکھا ''درر الحکام فی شرح غرر الاحکام''، اس کی تالیف بروز ہفتہ ۱۲ ذی قعدہ ۸۷۷ھ کو شروع ہوئی اور ہفتہ ہی کے روز ۲ جمادی الاولیٰ ۸۸۴ھ کو اختتام پذیر ہوئی۔ ''ملا خسرو'' کے نام کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے والد اصلاً غیر مسلم رومی تھے، بعد میں وہ اسلام لائے اور اپنی ایک لڑکی کا نکاح ایک ''خسرو'' نامی حاکم کے ساتھ کر دیا۔

باپ کے انتقال کے بعد یہ اپنے بہنوئی ''خسروؒ'' کے پاس اپنی بہن کے ساتھ رہنے لگے اور لوگ انہیں ''اخوز وجۃ خسروؒ'' یعنی خسرو کی بیوی کا بھائی کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ ''اخوز وجہ'' کے لفظ کثرت استعمال سے حذف ہو گئے اور ان کو ''ملا خسروؒ'' ہی کہا جانے لگا۔ موصوف کا انتقال ۸۸۵ھ/۱۴۸۰ء کو قسطنطنیہ میں ہوا۔ ''دررالحکام'' کا یہ حاشیہ ''غنیۃ ذوی الاحکام'' ابوالاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی کی تصنیف ہے، موصوف ''مصر'' کے قریب ایک شہر ''شرابلولۃ'' کے رہنے والے تھے۔ اسی شہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے خلاف قیاس ان کو ''شرنبلالی'' کہا جاتا ہے۔ اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ تھے اور متعدد کتابوں کے مصنف، مثلاً ''نورالایضاح'' اور اس کی شرح ''امدادالفتاح'' پھر اس شرح کا اختصار کیا ''مراقی الفلاح'' کے نام سے اور متفرق مسائل میں چھوٹے چھوٹے ۶۰ رسائل تالیف فرمائے۔ ''دررالحکام'' کا یہ حاشیہ ان کتابوں میں سب سے زیادہ مہتم بالشان ہے، اس کی تالیف سے مصنف ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶ء کے اواخر میں فارغ ہوئے، موصوف کا انتقال رمضان ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹ء میں ہوا۔

فتاویٰ انقرویہ:

یہ شیخ الاسلام مولا محمد بن حسن انکوری کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ موصوف ترکی علماء میں مشہور حنفی فقیہ ہیں، ان کی کوریہ (انقرہ) میں پیدائش ہوئی۔ اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''انکوری'' یا ''انقروی'' کہا جاتا ہے۔ قسطنطنیہ میں تعلیم حاصل کی۔ مصر، قسطنطنیہ وغیرہ میں قاضی رہے بعد میں انہیں ترکی حکومت میں ''شیخ الاسلام'' بنادیا گیا، لیکن اس کے بعد جلد ہی ان کی وفات ہوگئی۔ تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں ۱۰۹۸ھ/۱۶۸۷ء میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ علامہ چلپی فتاویٰ انقرویہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ علماء کرام اور فقہاء عظام کے ہاں مقبول ہے۔ ۲ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکا ہے۔

فتاویٰ ظهيريه:

یہ فتاویٰ فقیہ شہیر محمد احمد بن عمر ظہیر الدین بخاری کی تصنیف ہے، جو اپنے زمانے میں علوم دینیہ کے اندر یکتائے روزگار تھے، نیز ''بخاریٰ'' کے محتسب بھی تھے۔ ابتداءً تحصیلِ علم اپنے والد سے کی، بعد ازاں دیگر اکابر و افاضل عصر سے یہاں تک کہ آخر میں صاحب خلاصۃ الفتاویٰ کے ماموں علامہ ظہیر الدین حسن بن علی بن عبدالعزیز مرغینانی کے پاس پہنچے، جو ان کی صلاحیت کے باعث دیگر طلبا پر ان کو فوقیت دیتے اور ان کا خصوصی احترام فرماتے تھے۔ صاحب فتاویٰ ظہیریہ کا انتقال ۶۱۹ھ/۱۲۲۲ء میں ہوا۔ علامہ لکھنوی فرماتے ہیں کہ میں نے ''فتاویٰ ظہیریہ'' کا مطالعہ کیا ہے۔ میں نے اس کو ایک معتبر کتاب اور فوائد کثیرہ کا حامل پایا ہے۔ بعض حضرات نے اس کتاب کو موصوف کے استاذ ظہیر الدین بن حسن بن علی بن عبدالعزیز مرغینانی کی طرف اور بعض نے استاذ کے والد علی بن عبدالعزیز مرغینانی کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ غلطی کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں باپ بیٹوں کا لقب بھی ظہیر الدین ہے۔ فرق کے لیے باپ کو

ظہیر الدین کبیر اور بیٹے کو ظہیر الدین صغیر کہا جاتا ہے۔ علامہ لکھنوی نے اس غلطی کو مفصل طور پر ''علی بن عبد العزیز'' کے ترجمے کے ذیل میں الفوائد البہیہ ص ۱۲۱ پر ذکر فرمایا ہے۔

فتاویٰ قاضی خان:

یہ امام کبیر حسن بن محمود فخر الدین اوزجندی فرغانی معروف بہ ''قاضی خان'' کی تصنیف ہے۔ انہیں علوم دینیہ خصوصاً فقہ میں ید طولیٰ حاصل تھا حتیٰ کہ علامہ احمد بن کمال پاشا نے ان کو ''مجتہدین فی المسائل'' کے طبقے میں شمار کیا ہے اور قاسم بن قطلو بغا نے فرمایا ہے کہ ان کی تصحیح دوسروں کی تصحیح پر مقدم ہے، کیونکہ یہ ''فقیہ النفس'' ہیں اور علامہ چلپی ان کی کتاب ''فتاویٰ قاضی خان'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ مشہور مقبول ہے اور علما وفقہا کے ہاں متداول ہے اور اس قابل ہے کہ ہر وقت قاضی و مفتی کے پیش نظر رہے۔

اس فتاویٰ میں امام قاضی خان کا دستور یہ ہے کہ اگر کہیں کسی مسئلہ کے سلسلے میں متاخرین کے متعدد اقوال نقل کرتے ہیں، تو جو قول ان کے نزدیک راجح اور زیادہ قابل اعتماد ہوتا ہے اسے وہ سب سے پہلے ذکر کرتے ہیں۔ اس اصول کو انہوں نے خود اپنے فتاویٰ کے خطبے میں ذکر فرمایا ہے۔ مصنف ''فرغانہ'' کے قریب اصبہان کے اطراف میں ایک شہر ''اوزجند'' کے رہنے والے قاضی خان بھی صاحب ''خلاصۃ الفتاویٰ'' کے ماموں اور صاحب ''فتاویٰ ظہیریہ'' کے استاذ علامہ ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی کے شاگرد ہیں۔ قاضی خان کے شاگردوں میں جمال الدین ابو المحامد محمود حصیری بخاری شارح سیر کبیر وزیادات اور شمس الائمہ محمد کردری جیسے اکابر شامل ہیں۔ موصوف کا انتقال نصف رمضان کی شب کو ۵۹۲ھ ۱۱۹۶ء میں ہوا۔ یہ فتاویٰ چار جلدوں میں کلکتہ سے اور مصر سے فتاویٰ عالمگیری کی پہلی تین جلدوں کے حاشیے پر چھپ چکا ہے۔

الفتاویٰ المهديه فی الوقائع المصريه:

یہ شیخ محمد عباسی مہدی مصری کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ ان کے والد کا انتقال جب ہوا تو ان کی عمر اس وقت تین سال تھی۔ معاشی حالت ناگفتہ بہ تھی، لیکن بایں ہمہ انہوں نے بڑی محنت سے جامعہ از ہر میں تعلیم حاصل کی۔ ۲۱ سال کی نوعمری میں ان کو منصب افتاء کا اعزاز حاصل ہوا۔ نوعمری کے باعث ان پر بہتوں کو حسد بھی ہوا، لیکن یہ ان کے حق میں اس طور سے مزید مفید ثابت ہوا کہ وہ اپنے فتاویٰ انتہائی محنت اور جانفشانی سے لکھتے اور حتی الامکان تحقیق کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش فرماتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دور میں اس منصب کے اہل ترین فرد بن گئے۔

۱۲۸۷ھ میں ان کو افتا کے ساتھ ساتھ ''شیخ الاسلام'' ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس منصب کی ذمہ داریوں سے بھی وہ بڑے حسن وخوبی سے عہدہ برا ہوئے۔ تقریباً ۵۲ سال تک انہوں نے افتا کا کام کیا ہے اور ۱۸ سال تک ''شیخ الاسلام'' کے عہدہ پر فائز رہے ہیں۔ ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء میں موصوف نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ''قرافۃ المجاورین'' میں

دفن ہوئے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ نے اس فتاویٰ کی ایک خصوصیت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ حنفیہ کی کتابوں میں سے، جس کتاب نے وقف کے مسائل کو سب سے زیادہ شرح وبسط اور انضباط کے ساتھ بیان کیا ہے وہ فتاویٰ مہدویہ ہے۔ (البلاغ مفتی اعظم نمبر ص ۴۰۲)

لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام:

یہ کتاب امام ابوالولید ابراہیم بن محمد معروف بہ ابن شحنہ حلبی کی تالیف ہے۔ موصوف نے قضا اور اس کے متعلقات کے بیان کے لیے یہ کتاب ترتیب دی تھی اور اس کو تیس فصلوں پر تقسیم کیا تھا، جس کی اجمالی فہرست موصوف نے دیباچہ میں ذکر کی ہے۔ لیکن ابھی اپنی کتاب کی ۲۱ فصلیں ہی لکھ پائے تھے کہ وقت موعود آ پہنچا اور آپ کتاب کو اسی نامکمل حالت میں چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ موصوف کا انتقال ۸۸۲ھ/۱۴۷۸ء کو ہوا۔ موصوف ''حلب'' کے قاضی اور وہاں کی ''جامع اموی'' کے خطیب تھے۔ پھر اس کا تکملہ شیخ برہان الدین ابراہیم الخالفی العدوی نے لکھا اور اس کا نام ''غایۃ المرام فی تتمۃ لسان الحکام'' رکھا، عام طور پر یہ دونوں کتابیں معین الحکام اور لسان الحکام مع تکملہ اکٹھے ہی چھپتی ہیں۔ میرے سامنے جو نسخہ ہے، اس میں ص ۲۱۳ تک معین الحکام ہے، ص ۲۱۵ سے لسان الحکام شروع ہوتی ہے اور ص ۳۷۹ سے آخر کتاب تک اس کا تکملہ ہے۔ قاضی حضرات کو معین الحکام کے ساتھ ساتھ لسان الحکام مع تکملہ بھی ضرور مطالعہ کرنی چاہیے۔

مبسوط:

یہ امام ابوبکر محمد بن احمد شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ہے، جسے انہوں نے محض اپنے حافظہ کی مدد سے ''اوزجند'' کے قید خانہ کے اندر ایک کنویں میں محبوس ہونے کے زمانے میں اپنے شاگردوں کو املا کرایا تھا، جو کنویں کے کنارے پر بیٹھے ہوتے تھے۔ یہ کتاب ۳۰ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکی ہے۔ اس عظیم کتاب سے امام شمس الائمہ کے رسوخ فی العلم اور تمام مسائل کی مکمل تفصیلات کے استحضار کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ ابن کمال پاشا نے انکو ''مجتہد فی المسائل'' کے طبقے میں شمار کیا ہے۔ امام سرخسی رحمہ اللہ، شمس الائمہ حلوانی (المتوفی ۴۴۸ھ ۱۰۵۶ء) کے خصوصی شاگرد تھے۔ قید کی وجہ ان کی وہ نصیحت تھی، جو انہوں نے کسی غیر مناسب کام پر بادشاہ وقت کو کی تھی۔ مبسوط میں کسی کسی مقیم پر اختتام بحث کے موقع پر اپنے محبوس ہونے کا ذکر بھی کر دیتے ہیں، مثلاً عبادات کے بیان کے آخر میں فرماتے ہیں، ہذا آخر شرح العبادات باوضح المعانی واوجز العبارات املاء المحبوس عن الجمع والجماعات۔ موصوف کے سن وفات میں اختلاف ہے، بقول بعض ۴۹۰ھ/۷-۱۰۹۶ء اور بقول بعض ۵۰۰ھ/۷-۱۱۰۶ء کے لگ بھگ۔

فتاویٰ عالمگیریہ:

متحدہ ہندوستان میں مشہور مغل فرماں رواں عالمگیر (المتوفی ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) نے جب باقاعدگی سے شریعت کا

نفاذ ہندوستان میں کیا تو اس نے محسوس کیا کہ کئی باتیں ایسی ہیں کہ جن میں اصل شرعی مسئلہ تک پہنچنے میں دقت ہوتی ہے، کیونکہ ایسی کوئی جامع کتاب موجود نہیں ہے، جس میں تمام جزئیات اور نئے پیش آنے والے مسائل کا حل مذکور ہو، اس لیے انہوں نے ملک کے چیدہ چیدہ منتخب علما کرام کا ایک بورڈ شیخ نظام الدین برہانپوری کی سربراہی میں تشکیل دیا۔ جس نے آٹھ سال کے عرصے میں اس فتاویٰ کی تدوین کا کام مکمل کیا۔ عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تدوین میں خود شریک ہے۔ روزانہ کا مرتب کردہ حصہ ملا نظام سے پڑھوا کر روزانہ سنتے تھے اور بوقت ضرورت اس پر جرح قدح بھی فرماتے تھے تاکہ مسئلہ میں کوئی ابہام وغیرہ باقی نہ رہے۔ فتاویٰ عالمگیری کے متعلق ''معارف'' (اعظم گڑھ) کے ایک مضمون نگار لکھتے ہیں۔ ''حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب اس محنت اور احتیاط کے ساتھ کی گئی ہے کہ جو مسائل قاضی یا مفتی کو پیش آسکتے ہیں، ان کے متعلق مشہور فقہا کی رائے بغیر کسی دشواری کے دستیاب ہوسکتی ہے۔'' اسی کو''فتاویٰ ہندیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

فتاویٰ بزازیہ:

یہ کتاب شیخ محمد بن محمد کردری خوارزمی کی تالیف ہے۔ موصوف اپنے زمانے میں علم اصول وفروع اور دیگر علوم دینیہ میں یکتائے روزگار تھے، زیادہ تر علم والد ماجد سے ہی حاصل کیا۔ پہلے آپ ''الل'' کے قریب شہر''قدیم'' تشریف لے گئے، یہاں پر چند سال رہ کر واپس اپنے علاقے میں تشریف لے آئے۔ پھر یہاں سے روم تشریف لے گئے، لیکن ''روم'' تشریف بری سے پیشتر انہوں نے اپنی کتاب ''الجامع الوجیز'' مرتب فرمالی تھی۔ اس کی تالیف سے ۸۱۱ھ/۱۴۰۹-۱۰ء میں فارغ ہوئے جو آج کل ''فتاویٰ بزازیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے۔ ہمارے پیش نظر وہ نسخہ ہے...... جو ۶ جلدوں میں مصر سے شائع ہونے والے فتاویٰ عالمگیریہ کی آخری ۳ جلدوں کے حاشیہ پر چھپا ہوا ہے۔ جب کہ پہلی تین جلدوں کے حاشیہ پر فتاویٰ قاضی خان چھپا ہوا ہے۔ مؤلف فتاویٰ بزازیہ کا انتقال ۸۲۷ھ/۱۴۲۴ء کو ہوا، یہ کتاب بھی علما کے ہاں بڑی معتبر اور مقبول ہے یہاں تک کہ صاحب کشف الظنون نقل فرماتے ہیں مفتی ابوالسعود سے کہا گیا کہ آپ فقہ میں اہم اور زیادہ پیش آنے والے مسائل پر مشتمل کوئی کتاب کیوں نہیں تالیف فرماتے، تو انہوں فرمایا کہ صاحب بزازیہ سے شرم کے باعث، کہ ان کی کتاب کے ہوتے ہوئے میری تالیف کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

جامع الفصولین:

یہ شیخ بدرالدین محمود بن اسماعیل معروف بہ ''ابن قاضی سماوہ'' کی تصنیف ہے۔ چونکہ یہ صرف معاملات سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے اس لیے ہمیشہ یہ قاضیوں اور مفتیوں کے پیش نظر رہی ہے۔ درحقیقت یہ کتاب کچھ اضافات کے ساتھ دو کتابوں کا مجموعہ ہے۔ ایک ''الفصول الاستروشنیة'' جو قاضیوں کو کثرت سے پیش آنے والے قضا اور دعویٰ سے

متعلق مسائل پر مشتمل ہے اور تیس فصلوں پر منقسم ہے۔ یہ شیخ مجد الدین محمد بن محمود استروشنی المتوفی ۶۳۲ھ/۱۲۳۵ء کی تصنیف ہے اور دوسری ''الفصول العمادیۃ'' جو مندرجہ بالا موضوع پر شیخ ابو الفتح زین الدین عبد الرحیم بن ابی بکر عماد الدین کی تصنیف ہے۔ سمرقند میں وہ اس کی تالیف سے ۶۵۱ھ/۱۲۵۳ء میں فارغ ہوئے تھے۔ ابن قاضی سماوہ نے ان دونوں کو اس طرح جمع کر دیا کہ مکررات کو حذف کر کے کچھ ضروری مسائل کا اضافہ بھی کر دیا۔ مصنف کے والد بلاد روم میں قلعہ ''سماوہ'' کے قاضی تھے۔ یہ کتاب چالیس فصلوں پر مشتمل ہے۔ جو نسخہ اس وقت ہمارے سامنے ہے اس میں جامع الفصولین کے ساتھ ہی خیر الدین رملی کے حواشی بھی ہیں، جو انہوں نے جامع الفصولین پر لکھے ہیں، نیز حاشیہ پر جامعہ الصغار چھپی ہوئی ہے اور اس کے ختم ہونے کے بعد حاشیہ پر ہی آداب الاوصیاء چھپی ہے۔

السیر الصغیر:

یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ المتوفی 150ھ/ 767ء کے شاگرد اور فقہ حنفی کے مدون اول امام محمد بن الحسن الشیبانی کی تصنیف ہے۔ امام محمد کا خاندان اصلاً دمشق کا رہنے والا ہے۔ ان کے والد عراق تشریف لے آئے۔ ''واسط'' میں ۱۳۲ھ/۷۵۰ء میں امام محمد کی ولادت ہوئی اور نشو ونما ''کوفہ'' ہی میں حدیث کا درس آپ نے امام ابوحنیفہ، مسعر بن کدام اور سفیان ثوری وغیرہ سے لیا، امام مالک، اوزاعی، بکیر بن عمار اور امام ابو یوسف سے بھی آپ احادیث روایت کرتے ہیں، پھر بغداد میں سکونت اختیار کر لی، آپ کے شاگردوں میں امام شافعی، ابو سلیمان جوز جانی اور ابو عبید قاسم بن سلام ایسے اکابر شامل ہیں۔ آپ کچھ عرصے کے لیے ''رقہ'' کے قاضی بھی رہے۔ خلیفہ ہارون رشید نے جب پہلی بار ''رے'' کا سفر کیا تو امام محمد کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا، وہیں پر ۵۸ سال کی عمر میں ۱۸۹ھ/۸۰۵ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ موصوف کثیر التصانیف آدمی تھے۔ آپ کی کل تصانیف ۹۹۰ یعنی دس کم ایک ہزار تھیں، جن میں سے بیشتر مرور زمانہ کے باعث تلف ہو گئیں، جو باقی بچیں، ان میں جو کثرت اور تسلسل کے ساتھ علما وفقہا کے پڑھنے پڑھانے میں آتی رہیں ان کو ''ظاہر الروایۃ'' کہا جاتا ہے اور بقیہ کو ''نادر الروایۃ'' قرار دیا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کا مدار ''ظاہر الروایۃ'' کتابوں پر ہے، جو تعداد میں ۶ ہیں، یعنی سیر صغیر، جامع صغیر، جامع کبیر، الأصل اور زیادات۔

''سیر صغیر'' کو امام محمد نے چوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا تھا، اس لیے اسے ''سیر ابی حنیفہ رحمہ اللہ'' بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ''سیر صغیر'' جب امام اوزاعی نے دیکھی تو فرمایا ''مالاھل العراق والتصنیف فی ھذا الباب '' یعنی ان مسائل کا علم اہل عراق کو نہیں ہے، اس موضوع پر وہ کیا لکھ سکتے ہیں، نیز اس کا رد انہوں نے لکھا: ''الرد علی سیر ابی حنیفہ رحمہ اللہ'' کے نام سے: جس کا جواب امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے دیا اور اس کا نام رکھا ''الرد علی سیر الاوزاعی'' جو طبع بھی ہو چکا ہے۔ (جاری ہے……

☆☆……☆☆